اسلام میں جوان اور جوانی کی اہم ترین خصوصیات

ڈاکٹر محمد لطیف مطہری [1]

خلاصہ :

قرآن کریم، پیغمبر اکرم (ص) اور ائمہ معصومین (ع) نے جوانی کو خدا کی سب سے قیمتی نعمتوں میں سے ایک اور انسانی زندگی کی سعادت کے عظیم اثاثوں میں سے ایک اثاثہ قرار دیا ہے۔قرآن کریم نے زندگی کے تین اہم ادوار کا ذکر کیا ہے جن کی خصوصیات کمزوری، طاقت اور ثانوی کمزوری ہیں، جو بچپن، جوانی اور بڑھاپا ہیں۔ دین اسلام میں جوانی کا زمانہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے جس کا انسانی زندگی کے کسی دوسرے دور سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ غیر اسلامی افکار میں نوجوانوں اور جوانوں کی عجیب و غریب تصویر پیش کی گئی ہے وہ اسے فاسد، سرکش ،عاصی، طغیان گر، باغی اور ایک ناپاک مخلوق کے طور پر متعارف کراتی ہے یا کم از کم ان کی کوئی مثبت تصویر پیش نہیں کرتی ہے۔اس تحقیق میں تحلیلی اور توصیفی طریقہ سے دین اسلام میں جوان اور جوانی کی اہم ترین خصوصیات بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ معصومین علیہم السلام سے نقل شدہ اسلامی روایات میں جوانی کی اہمیت بہت زیادہ بیان ہوئی ہے تاکہ انسان اس قیمتی اور انمول خداداد ی نعمت کو بہتر طریقے سے درک کرتے ہوئے اس اہم دور سے بہترین استفادہ حاصل کر سکیں۔

کلیدی الفاظ : نوجوان ،جوان ،جوانی کی اہمیت ،جوانی کی خصوصیات ۔

---

[1]۔ اسلامک ریسرچ اسکالر، شعبہ فقہ تربیتی ،استاد المصطفیٰ انٹر نیشنل یونیورسٹی، قم، ایران

مقدمہ:

جوان زندگی کے مختلف طریقوں کو آزمانے کے لئے جدوجہد اور تلاش کرتا ہے۔ یہی تلاش اسے مجبور کرتی ہے کہ لوگوں کے مختلف رویوں اور رفتار کی جانچ پڑتال کرے اور بہترین رفتار اور اقدار کا انتخاب کرے۔ جوانی کے دور میں انسان تکامل کے مرحلے میں پہنچتا ہے، ذہانت بھی اپنی بلند ترین سطح پر پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے جوان ہر چیز کو سیکھنے میں دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جوانوں کے دل کی نرمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تمام لوگوں کو ان کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کی تلقین کی ہے، فرماتے ہیں: (اوصیکُمْ بِالشُّبّانِ خَیْرا فَاِنَّهُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَة)؛ میں آپ لوگوں کو جوانوں کے ساتھ نرمی برتنے کی سفارش کرتا ہوں، کیونکہ ان کا دل نرم ہوتا ہے۔ امام علی علیہ السلام کے نزدیک جوانی کی قدر اس کے کھونے سے ہی معلوم ہوتی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: شَیْئانِ لایَعْرِفُ فَضْلَهُما اِلّا مَنْ فَقَدَهما؛ اَلشَّبابُ وَالْعافِیَةُ ؛ دو چیزیں ایسی ہیں جن کی قدر کوئی نہیں جانتا، جب تک کہ وہ ان کو کھو نہ دے: جوانی اور صحت۔

مذہبی تعلیمات میں پاکیزگی کو جوانی کے دور کی خصوصیات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے اور اس قیمتی دور کو تزکیہ نفس اور تقرب الہی کے لیے استعمال کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ روایات کی رو سے جوانوں کو چاہئے کہ وہ بڑھاپے اور مختلف دلی لگاؤ سے پہلے خود کو اچھے اخلاق سے مزین کریں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے: فَضلُ الشّابِّ العابِدِ الذی تَعَبَّدَ فی صِباهُ علی الشیخِ الذی تَعَبَّدَ بعدَ ما کبرَت سِنُّهُ کفَضلِ المُرسَلِینَ علی سائرِ الناسِ ؛ ایک عابد جوان کی فضیلت جس نے جوانی میں بندگی کی راہ انتخاب کی ہو اس عمر رسیدہ عابد سے زیادہ ہے جو اپنی عمر گزارنے کے بعد بڑھاپے میں عبادت کی طرف متوجہ ہوا ہو، جس طرح خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے رسولوں کو دوسرے تمام لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔

دوسری طرف بعض روایات میں، ہمارے دینی رہنما جوانوں سے چاہتے ہیں کہ وہ سیکھنے کا موقع ضائع نہ کریں، کیونکہ جوانی میں سیکھنے کی ارزش اور قدر کا موازنہ استحکام اور دوام کے لحاظ سے زندگی کے دوسرے ادوار سے نہیں کیا جا سکتا۔ سیکھنے کے اعتبار سے جو فرق جوانی اور بڑھاپے میں موجود ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مَن تَعَلَّمَ فی شَبابِهِ کانَ بِمَنزِلَهِ الوَشـمِ فِی الحَجَرِ، ومَن تَعَلَّمَ وهُوَ کَبیرٌ کانَ بِمَنزِلَهِ الکِتابِ عَلی وَجهِ الماءِ؛ جو جوانی میں سیکھتا ہے اس کا علم پتھر پر کندہ کرنے جیسا ہے اور جو بڑا ہونے کے بعد سیکھتا ہے پانی پر لکھنے جیسا ہے۔

امام خمینی رہ جوانوں کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس روحی اور باطنی تصور کا اثر جوانی کے دنوں میں زیادہ بہتر حاصل ہوتا ہے، کیونکہ جوان دل نرم، سادہ اور زیادہ پاکیزہ ہوتا ہے۔ امام خمینی رہ کی نظر میں جوانوں کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ جوانی کے ایام کو تزکیہ نفس کا بہترین موقع قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: جوانی کے دنوں میں قلبی اور باطنی

تصور کا اثر زیادہ بہتر ہوتا ہے؛ کیونکہ جوان کا دل نرم اور سادہ ہوتا ہے اور اس کی پاکیزگی زیادہ ہوتی ہے۔ اس تحقیق میں تحلیلی اور توصیفی طریقہ سے دین اسلام میں جوان اور جوانی کی اہمیت روایات کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ معصومین علیہم السلام سے نقل شدہ اسلامی روایات میں جوانی کی اہمیت بہت زیادہ بیان ہوئی ہے تاکہ انسان اس قیمتی اور انمول خداداد ی نعمت کو بہتر طریقے سے درک کرتے ہوئے اس اہم دور سے بہترین استفادہ حاصل کرسکیں۔

مفہوم جوان

فارسی میں لفظ "جوان" کا مطلب ہر وہ چیز (انسان، حیوان اور پودا) ہے جس کی زندگی کا زیادہ حصہ نہ گزرا ہو۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کی قطعی تعریف کرنا ناممکن ہے جبکہ بعض کے مطابق جوان اور جوانی کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے۔ ماہرین اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ عمر کا کونسا حصہ جوانی ہے ۔اس لیے جوانی کی تعریف میں عمر اور زمان کے معیار کو نظرانداز کر کے دوسرے معیارات کی طرف جانا بہتر ہے۔ جوانی انسان کے طرز عمل، اصول، عادات اور خواہشات کا ایک مجموعہ ہے جو ہر فرد میں موجود ہو اسے جوان سمجھا جاتا ہے۔ مطالعات سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی اور جوان کا تصور نسبی تصورات میں سے ہے، جن کی تعریف مختلف طریقوں اور نقطہ نظر کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ درحقیقت ہر کوئی کسی خاص مبنا کو مد نظر رکھتے ہوئے جوانی کو کسی خاص زمانے کے ساتھ مختص کرتا ہے۔البتہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ نوجوانوں کے امور کے منصوبہ سازوں اور پالیسی سازوں کے درمیان یہ اختلاف مختلف معاشروں میں بھی موجود رہا ہے اور وہ اپنے معاشروں کی خصوصیات اور ثقافتی اور سماجی عناصر کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے اہداف، پالیسیوں اور پروگراموں میں نوجوان اور جوان کے لیے مختلف حدود کا ذکر کیا ہے۔ ماہرین نفسیات کے درمیان بھی جوانی کی حد بندی کے بارے میں اتفاق رائے نہیں ہے۔ تاہم، جوانی کی حد بندی کے بارے میں تجویز کردہ نظریات میں سے ایک ۱۸ سے ۳۳ سال کی عمر کو جوانی قرار دیا ہے۔

عربی زبان میں نوجوان اور جوان کے لئے مختلف الفاظ استعمال ہوئی ہے جیسے (مراہق) (غلام) (فتی) (شاب) وغیرہ۔

(مراہق) سے مراد وہ فرد ہے جو بلوغت کی عمر کو پہنچ چکا ہے یا نزدیک ہے۔

(غلام) سے مراد وہ فرد ہے جو ابھی تک بالغ نہیں ہوا ہے یا بلوغت کی عمر کو پہنچ چکا ہے۔

(فتی) سے مراد وہ انسان ہے جو بلوغت کی عمر کو پہنچ چکا ہے اور اس کا چہرہ تر و تازہ ہوتا ہے۔

(شاب) اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عمر ۳۰ سے ۴۰ سال کے درمیان ہوتا ہے۔

البتہ احادیث اور عربی نصوص میں اس کے خلاف بھے شواہد ملتے ہیں۔ بعض اسلامی نصوص کے مطابق جوانی کی حد بندی بلوغت سے تیس سال تک بیان کی ہے۔ امام صادق علیہ السلام ایک روایت میں فرماتے ہیں: (إِذَا زَادَ الرَّ جُلُ عَلَي الثَّلَاثِينَ فَهُوَ كَهْلٌ وَ إِذَا زَادَ عَلَي الْأَرْبَعِينَ فَهُوَ شَيْخٌ)

اگر کسی آدمی کا تیس سال مکمل ہو جائے تو اسے درمیانی عمر (ادھیڑ عمر) کہا جاتا ہے اور اگر کسی آدمی کا چالیس سال مکمل ہو جائے تو اسے شیخ (بوڑھا) کہا جاتا ہے۔اس روایت کے مطابق جوانی کی انتہائی حد تیس سال ہے۔

جوانی کی ابتداکے بارے میں سورہ یوسف میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: (وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ) جب وہ بڑا ہوا تو ہم نے اسے علم اور حکمت عطا کی اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔اس آیت کے مطابق بلوغت کے اختتام کو جوانی کا آغاز سمجھا جا سکتا ہے۔

علامہ طباطبائی رہ "بلوغ اشد" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جوانی کا آغاز ہےاور یہ بات واضح ہے کہ چالیس سال جوانی کا آغاز نہیں ہے۔

جوانی کی اہم ترین خصوصیات

اسلامی متون میں جوان اور جوانی کی اہم ترین خصوصیات موجود ہیں جن میں سے بعض خصوصیات کو ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ مستعد اور آمادہ

جوانی کے آغاز میں انسان کا دل ایک خالی زمین کی مانند ہوتا ہے جس میں بیج کی رشد اور نشو و نما کی صلاحیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ موروثی خصوصیات کی مناسبت اور اس نے حمل اور بچپن کے دوران اپنے گرد و نواح سے جو کچھ علم، ہنر اور بصیرت حاصل کیا ہے وہ اپنے اندر حفظ کرتا ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (في وَصِيَّتِهِ لِابنِهِ الحَسَنِ (ع) -: إنَّما قَلبُ الحَدَثِ كَالأرضِ الخالِيَةِ مَا أُلقِيَ فِيها مِن شَيءٍ قَبِلَتهُ فَبادَرتُكَ بِالأَدَبِ قَبلَ أن يَقسُوَ قَلبُكَ وَ يَشتَغِلَ لُبُّكَ)

نوجوان کا دل خالی زمین کی مانند ہے کہ جو کچھ اس میں ڈالا جائے اسے قبول کر لیتا ہے۔اس لیے میں نے اس سے پہلے کہ تمہارا دل سخت ہو جائے اور تمہاری فکر مشغول ہو جائے تمہاری تربیت میں جلدی کی ہے۔

انسان اپنی خدادادی اور اور موروثی صلاحیت کے ساتھ زندگی کا آغاز کرتا ہے اور موروثی اور ماحولیاتی سرمائے کے ساتھ تربیت کے میدان میں داخل ہوتا ہے، اور جو کچھ ہم انہیں تربیت دیتے ہیں وہ رشد حاصل کر لیتے ہیں۔جوانی کے دور میں ان کی کارکردگی دیگر ادوار کے مقابلے زیادہ ہے۔

دوسری طرف بعض روایات میں، ہمارے دینی رہنما جوانوں سے چاہتے ہیں کہ وہ سیکھنے کا موقع ضائع نہ کریں، کیونکہ جوانی میں سیکھنے کی ارزش اور قدر کا موازنہ استحکام اور دوام کے لحاظ سے زندگی کے دوسرے ادوار سے نہیں کیا جا سکتا۔ سیکھنے کے اعتبار سے جو فرق جوانی اور بڑھاپے میں موجود ہے، اسے نبی کریم اس طرح بیان فرماتے ہیں: (مَن تَعَلَّمَ فی شَـَبا بِهِ كانَ بِمَنزِلَهِ الوَ شمِ فِی الحَجَرِ، ومَن تَعَلَّمَ وهُوَ كَبيرٌ كانَ بِمَنزِلَهِ الكِتابِ عَلى وَجهِ الماءِ) ؛ جو جوانی میں سیکھتا ہے اس کا علم پتھر پر کندہ کرنے جیسا ہے اور جو بڑا ہونے کے بعد سیکھتا ہے پانی پر لکھنے جیسا ہے۔

جوانی میں انسان کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے زیادہ چیزوں کو قبول کرتا ہے۔ زندگی کے اس دور میں انسان کی تعلیم زندگی کے دوسرے ادوار میں سیکھنے سے کہیں زیادہ مستحکم ہوتی ہے۔ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص جوانی میں علم حاصل کرتا ہے اس کا علم پتھر پر لکیر کی مانند ہے۔

بلاشبہ یہ تشبیہ بچپن کے دور کے لئے بھی آیا ہے لیکن جوانی کے دور میں انسان کی زیادہ ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ روحی اور جسمانی صلاحیتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے سیکھنے کی صلاحیت بہت ہی زیادہ ہے۔ جوانی میں انسان کی اعلیٰ قبولیت کی بہترین مثال قرآن کریم کی تلاوت ہے جس کے بارے میں روایت میں صراحت کے ساتھ ذکر موجود ہے۔

۲۔ شدید ذہنی تناؤ

جوانی کی ایک اور خصوصیت شدید ذہنی تناؤ ہے، جسے روایت میں "جنون" اور "سکر" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: (الشَّبابُ شُعبَةٌ مِن الجُنُونِ) جوانی جنون کا ایک حصہ ہے۔

جوانی کی مستی جوان سے سوچنے سمجھنے کی طاقت چھین کر اسے غلط کام کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہ زیادہ تر انسان کے جسمانی تبدیلیوں اور فطری دباؤ اور جنسی پختگی کے تقاضوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس الجھن کا ایک اور مظہر نوجوان کی ذہنی تھکاوٹ کی شکل میں بھی ظاہر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اسے بہت زیادہ نیند بھی آتی ہے۔

(عن ابن مسكان ،عن يعقوب الاحمر قال : سألته عن صلاة الليل فى أول الليل، قال : نعم ما رأيت ، ونعم ما صنعت ثم قال : إن الشاب يكثر النوم فأنا آمرک به)

ابن مسکان یعقوب احمر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے امام سے نماز شب کے بارے میں پوچھا جو میں نے رات کے شروع میں ہی پڑھی تھی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کتنا اچھا عقیدہ ہے اور کتنے اچھے طریقے سے انجام دیا ہے!

پھر آپ نے فرمایا کہ جوان بہت زیادہ سوتا ہے اس لیے میں نماز شب کو (نوجوانوں کے لیے رات کے شروع میں) پڑھنے کا حکم دیتا ہوں۔

یہ خصوصیت اگرچہ اس دور کے لیے ضروری ہے اور کسی حد تک طبیعی ہے، لیکن اس سے بڑی حد تک کے لئے روک تھام کی جا سکتی ہے۔ یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جوانی میں سب سے اہم چیز یہی جوش و جذبہ ہے۔ ہمیں جوانی کے اس جوش و جذبہ کے شعلے کو نہیں بجھانا چاہیے۔ اس مدت کے دوران، مختلف انسانی صلاحیتیں ترقی اور سرگرمی کی بے مثال سطح تک پہنچ جاتی ہیں، جیسے حسن دوستی، لذت طلبی، کمال طلبی، قدرت طلبی اور تحصیل علم وغیرہ

جوانی کی عبوری حالت، خاص طور پر اس کے ابتدائی سالوں میں جب جسمانی اور روحی تبدیلیاں اس کے اندر آ رہی ہو تو یہ اسے ایسے رویے کی طرف لے جاتی ہیں جس سے انسان یہ احساس کرلیتا ہے کہ یہ سب ایک احمقانہ اور بیہودہ افکار کا نتیجہ ہو سکتا ہے اسی لیے بعض اوقات ایسے رفتار کو بچگانہ رفتار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ حالت کسی حد تک طبیعی ہے اور اگر کوئی نوجوان ایسا سلوک نہ کرے تو حیران ہونا چاہیے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: خداوند متعال کو ایک ایسے جوان سے تعجب ہوتا ہے جو لاپرواہی سے کام نہیں لیتا ہے۔ دوسری طرف شدید ذہنی تناؤ اور دباؤ جوانوں سے فکری اور عقیدتی ثبات کو چھین لیتے ہیں۔

۳۔ دین اور معنویت کی طرف رجحان

جوانی میں دین اور معنویت کی طرف رجحان دوسرے ادوار کی نسبت زیادہ ہے۔ جوان معنویت اور کمال کی تلاش میں رہتا ہے۔ دین جوانوں کو حقیقی کمالات اور اس کی خوبصورتیوں سے آشنا کرتا ہے اور ان کی لطیف اور نرم روحوں کو کامل ترین ہستی سے جوڑتا ہے جو دیگر مخلوقات کا خالق ہے۔ اسی آشنائی اور تعلق کی روشنی میں جوان کو اپنی اصل شناخت اور مقام کا علم ہو جاتا ہے۔

بلوغت کے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ، جوانوں میں مذہب کا رجحان ابھرتا ہے۔ بلوغت کی آمد کے ساتھ ہی نوجوانوں میں مذہبی جذبات اور دینی رجحانات بیدار ہوتے ہیں اور انہیں روحانی تعلیمات سیکھنے کی طرف مائل کرتے ہیں لیکن اس دور کے گذرنے کے بعد اس شدید اور سلگتی ہوئی فطری خواہش کی شدت اور میل میں کمی آ جاتی ہے اور رفتہ رفتہ ایمان و اخلاق کی خواہش ایک عام خواہش بن جاتی ہے۔

مذہبی تعلیمات میں پاکیزگی کو جوانی کے دور کی خصوصیات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے اور اس قیمتی دور کو تزکیہ نفس اور تقرب الہی کے لیے استعمال کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ روایات کی رو سے جوانوں کو چاہئے کہ وہ بڑھاپے اور مختلف دلی لگاؤ سے پہلے خود کو اچھے اخلاق سے مزین کریں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ارشاد ہے:

(فَضلُ الشّابِّ العابِدِ الذی تَعَبَّدَ فی صِباهُ علی الشیخِ الذی تَعَبَّدَ بعدَ ما کبرَت سِنُّهُ کفَضلِ المُرسَلِینَ علی سائرِ الناسِ)

ایک عابد جوان کی فضیلت جس نے جوانی میں بندگی کی راہ انتخاب کی ہو اس عمر رسیدہ عابد سے زیادہ ہے جو اپنی عمر گزار نے کے بعد بڑھاپے میں عبادت کی طرف متوجہ ہوا ہو، جس طرح خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے رسولوں کو دوسرے تمام لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جوانوں پر زیادہ توجہ کرو، کیونکہ وہ کسی بھی بھلائی کو انجام دینے کے لئے زیادہ جلدی کرتے ہیں۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے زیادہ تر وفادار، مزاحمتی اور صبر کرنے والے زیادہ تر اصحاب جوانوں پر مشتمل تھے۔

قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں اس نکتہ کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قوم کے جوان تھے جو ان پر ایمان لائے تھے اور فرعون اور اس کے کارندوں کے خوف کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو قبول کرتے تھے۔

(فَمَا ءَامَنَ لِمُوسىَ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلىَ خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَ مَلَايْهِمْ أَن يَفْتِنَهُم .....)

چنانچہ موسیٰ پر ان کی اپنی قوم کے چند افراد کے سوا کوئی ایمان نہ لایا، فرعون اور اس کے سرداروں کے اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں وہ انہیں مصیبت سے دوچار کر دیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: (عَلَيكَ بِالأْحداثِ فَإِنَّهُم أسرَعُ إلى كُلِّ خيرٍ)

امام صادق علیہ السلام: نوجوانوں پر توجہ دو، یہ گروہ کسی بھی نیکی کے کام کو دوسروں سے جلدی قبول کرتے ہیں۔

مصعب بن عمیر مکہ کے امیر خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک جوان تھا جو اچھی اخلاقی صفات کا حامل تھا، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے اسلام قبول کر دیا۔ لیکن اس نے اپنے دشمنوں کے ایذا رسانی اور دباؤ کی وجہ سے اپنا ایمان ظاہر نہیں کیا۔ ایک دن عثمان بن طلحہ نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو اس نے مصعب کی والدہ کو اطلاع دی کہ ان کے بیٹے نے اسلام قبول کر لیا ہے، مصعب کی والدہ اور اس کے رشتہ دار سب ناراض ہو گئے اور اسے قید کر دیا، لیکن اس نے اپنا ایمان نہیں چھوڑا۔

ایک دن مصعب بن عمیر بھیڑ کی کھال پہنے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، آپ ص نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: (انُظُروا إلى رَجُلٍ قد نَوَّرَ اللّهُ قَلبَهُ ، و لَقَد رَأَيتُهُ و هُوَ بَينَ أبَوَيهِ يُغَذِّيانِه بِأَطيَبِ الأَطعِمَةِ وأليَنِ اللِّباسِ ، فَدَعاهُ حُبُّ اللّهِ و رَسولِهِ إلى ما تَرَونَ)

اس شخص کی طرف دیکھو جس کے دل کو خدا نے روشن کر دیا ہے۔ میں نے اسے اس وقت بھی دیکھا ہے جب اس کے والدین اسے بہترین کھانا کھلاتے تھے اور بہترین لباس پہناتے تھے لیکن اللہ اوراس کے رسول کی محبت نے اسے اس طرح مشکل زندگی گزارنے پر مجبور کیا ہے۔

امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر ایک پشمینہ کپڑا پہنے ہوئے داخل ہوئے جو چمڑے کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس حالت میں دیکھا تو رونا شروع کر دیا کیونکہ پہلے وہ خوشی اور سکون کی زندگی گزار رہا تھا اور اب فقیروں کی مانند زندگی گزار رہا ہے۔

مصعب بن عمیر مکہ مکرمہ کا سب سے ذہین اور خوبصورت ترین جوان تھا۔ اس کے والدین اس سے پیار کرتے تھے۔ اس کی ماں اسے سب سے خوبصورت اور پیارے کپڑے پہناتی تھی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اس کی حالت کا ذکر کرتے اور فرماتے تھے :

(ما رَأَيتُ بِمَكَّةَ أحسَنَ لِمَّةً ولا أرَقَّ حُلَّةً ولا أنعَمَ نِعمَةً مِن مُصعَبِ بنِ عُمَيرٍ)

ہم نے مکہ مکرمہ میں مصعب بن عمیر سے بہتر خوشبو لگانے والا، بہتر لباس پہنے والا اور ناز و نعمت میں زندگی کرنے والا کبھی دیکھا ہے۔

عتاب بن اسید فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کے پہلے گورنر تھے، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود انتخاب کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد جنگ حنین شروع ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے سپاہیوں کو مکہ چھوڑ کر محاذ جنگ پر جانا پڑا۔ دوسری طرف اس شہر کے انتظامی امور کو منظّم طور پر چلانے کے لئے ضروری تھا کہ ایک قابل اور لائق فرد کو گورنر مقرر کیا جائے جو لوگوں کے معاملات کو صحیح طریقے سے چلائے اور دشمنوں کی طرف سے پیش ہونے والے ممکنہ خطرات اور پریشانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرے کیونکہ شہر مکہ تازہ مسلمانوں کے قبضے میں آیا تھا۔

رہبر اسلام نے تمام مسلمانوں میں سے ایک اکیس سالہ عتاب بن اسید نامی نوجوان کو اس عظیم منصب کے لیے منتخب کیا اور اس کے نام پر ایک حکم جاری کیا اور اسے لوگوں کی جماعت کی قیادت سنبھالنے کا حکم دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب بن اسید سے مخاطب ہو کر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کس عہدے کے لیے منتخب کیا ہے؟ میں نے تمہیں خدا کے حرم اور مکہ کے باشندوں کا حاکم بنایا ہے۔ اور اگر مسلمانوں میں کوئی تم سے زیادہ لائق ہوتا تو میں اسے چن لیتا۔ عتاب بن اسید پہلا شخص تھا جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اس شہر میں با جماعت نماز قائم کی۔

اکیس سالہ جوان کی اس عہدے پر تقرری نے بہت سے لوگوں کو ناراض کیا! کچھ لوگوں نے شکایت کرتے ہوئے کہنا شروع کر دیا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم عاجز، پست اور ذلیل بنیں اسی لئے ایک غیر تجربہ نوجوان کو عرب کے مشائخ اور حرم کے بزرگوں پر امیر اور حاکم بنایا ہے!

جب یہ باتیں مکہ سے باہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں تک پہنچیں تو آپ نے مکہ والوں کو خط لکھا اور کھل کر عتاب بن اسید کے فضائل و اعمال کی تعریف کی اور اس بات پر زور دیا کہ تمام لوگ اس کے حکم کی تعمیل اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔ خط کے آخر میں یہ خوبصورت جملہ لکھا:

(وَ لا' یَحْتَج مُحَتَج مِنْکُم في مُخ'الَفَتِهِ بِصِغَرِ سِنِّه! فَلَیْس الاْکْبَرُ هُوَ الاَفْضَل بَل الاَفْضَل هُوَ الاَکْبَر)

اس کی چھوٹی عمر کو اس کی نااہلی کی دلیل بنا کر پیش مت کرو کیونکہ بڑا آدمی برتر نہیں ہوتا بلکہ افضل اور برتر بڑا ہوتا ہے!

عتاب بن اسید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخر تک مکہ مکرمہ کے گورنر رہے اور شاندار خدمات انجام دیں۔

اسامہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری سپہ سالار تھے جسے آپ نے رومیوں کے ساتھ لڑنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ بعض اصحاب نے اس انتخاب کے بعد اس کی مخالفت شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے درحالیکہ آپ کو سخت بخار تھا اور فرمایا: اے لوگو! یہ میں کیا سن رہا ہوں کہ تم لوگ اسامہ کے انتخاب پر شکوک و شبہات پیش کر رہے ہو۔ آج تم اس کے سپہ سالار بننے پر شک کر رہے ہو اور طعنہ دے رہے ہو جس طرح اس سے پہلے بھی اس کے باپ کی سپہ سالاری کا مذاق اڑاتے تھے، خدا کی قسم، وہ قیادت اور سپہ سالاری کے لائق تھے جس طرح آج اس کا بیٹا قیادت اور سپہ سالاری کے لائق ہے۔ اس لئے آپ نے اس کے احکامات پر عمل کرنے پر تاکید فرمایا اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں پر لعنت بھیجی۔

دین کی طرف نوجوانوں کا میلان اس حد تک ہے کہ بعض اوقات افراط کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور اعتدال سے ہٹ جاتا ہے۔ یقیناً اس پر خوش نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس قسم کی رجحانات سے انہیں خبردار کرنا چاہیے۔ جوانوں میں دین کی تعلیمات اور معارف کو سمجھنے کی قدرت موجود ہوتی ہے اسی وجہ سے احادیث میں نوجوانوں اور جوانوں کی دینی تعلیم و تربیت کو اساتذہ کرام اور والدین کے اہم ترین فرائض میں شمار کیا گیا ہے۔ جوانوں کا دین اور معنویت کی طرف رجحان اس کی انفرادی اور سماجی زندگی اسی طرح اس کی شخصیت میں اثرانداز ہوتا ہے۔ دین جوانوں کے کمال پرستی اور خیر خواہی کے استعداد اور خواہش کو نہ صرف پورا کرتا ہے بلکہ انہیں خدا سے جوڑ کر، ہدایت اور معنویت کے نمونے اسے فراہم کرکے اسے ایک شناخت فراہم کرتا ہے۔

جوان کا روح نہایت ہی لطیف ، مہربان اور پاکیزہ ہوتا ہے ، لیکن آہستہ آہستہ اور زندگی کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ، جو خواہشات ، طرز عمل ، خیالات اور دیگر کیفیتوں اور خصوصیات کے ساتھ ہوتی ہے ، اس کے روح میں تبدیلی آئے اور مہربان اور نرمی سے تبدیل ہو کر سختی اور قساوت میں بدل جائے جس کے نتیجے میں دین کی طرف رجحانات تبدیل ہو کر دین گریزی میں بدل جائے۔

جوانوں کی دینداری اور حقیقت جوئی کو بے ضرر نہیں سمجھنا چاہیے اگر ہم ان کے ساتھ صحیح طریقے سے اور جوانوں کو درک کرتے ہوئے مناسب رفتار سے پیش آئیں تو ہم ان کے عقائد کو درست کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

امام صادقؑ جوانوں کی زیادہ اثر قبول کرنے والی صفت کے بارے میں فرماتے ہیں: (مَنْ قَرَاَ الْقُرآنَ وَ هُوَ شَابٌّ مُؤمِنٌ اِخْتَلَطَ الْقُرآنُ بِلَحْمِهِ وَ دَمِه)

جو شخص قرآن پڑھتا ہے ، اگر وہ جوان باایمان ہو تو قرآن اس کے گوشت اور خون میں مخلوط ہوتا ہے اور اس کے جسم کے تمام بافتوں کو متاثر کرتا ہے۔

مذہب قلبی سکون اور روح کی تسکین کا ذریعہ ہے اور یہ انسان کو بہت سی پریشانیوں ، اضطراب اور خوف سے نجات دلاتا ہے اور یہ بنی نوع انسان کے لیے ایک قابل اعتماد اور ضروری تکیہ گاہ ہے۔ وہ جوان جو کسی کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتا اور تمام طاقتور سے بغاوت کرتا ہے ، وہ اندر ہی اندر اپنی کمزوریوں اور کمتری کا ادراک کرتا ہے اور اپنی عظمت ، طاقت اور بقا کو مذہب میں دیکھتا ہے۔ مذہب میں فلسفہ زندگی اور حیات کو تلاش کرتا ہے اور اس میں اپنی زندگی کا مقصد ڈھونڈ لیتا ہے۔ وہ اپنے دماغ کی طاقت سے مذہب اور دینی مفاہیم کی خود تحقیق کرنا چاہتا ہے اور حقائق کا پتہ لگانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اپنے عقائد کا تجزیہ کرکے وہ تکامل کی راہ ہموار کرتا ہے۔

۴۔ جوانی ، جسمانی طاقت سے بھرپور

جوانی ایک ایسا دور ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں "طاقت" کی خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جوانی کے زمانے میں انسان کی جسمانی اور بدنی صلاحیتیں پختگی اور رشد کے آخری مراحل کو پہنچ جاتی ہیں ، اس میں جوش وجذبہ اور تحرک بہت ہی توانا ہو جاتا ہے ، اس طرح سے کہ بعض اوقات بغیر کسی تدبیر کے قدرت نمائی شروع کرلیتا ہے۔ اس کی جسمانی طاقت کو مشکل سماجی سرگرمیوں جیسے جہاد اور کھیلوں کے مقابلوں اور معاشی سرگرمیوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اس کی اس جسمانی قوت کو صحیح سمت میں ڈالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ پھر انہیں معنوی صلاحیتوں کو حاصل کرنے اور مطلوبہ خصوصیات پیدا کرنے کی دعوت دینی چاہیے۔

۵۔ عظیم ذہنی اور علمی صلاحیتوں کے مالک

جوانی کے دور میں جب انسان تکامل کے مرحلے میں پہنچتا ہے، ذہانت بھی اپنی بلند ترین سطح پر پہنچ جاتی ہے۔اس لئے جوان ہر چیز کو سیکھنے میں دلچسپی ظاہر کرتا ہے۔ جوانوں میں سوچ و فکر کی قوت بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس قوت کی بدولت بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ فکر کی طاقت جوان کو تھیوری اور نظریہ پردازی کی صلاحیت دیتی ہے اور وہ کسی بھی موضوع کے مختلف پہلوؤں کو تلاش کرکے اس کے نتائج کو بیان کر سکتا ہے۔ فکر کی روشنی میں جوان مستقبل میں اپنے لئے ایک خوبصورت دنیا کا تصور کرتا ہے اور تخلیقی صلاحیتوں کی طرف رخ کرتا ہے۔ یہ نفسیاتی کیفیت، تخیل کی قوت کو بڑھاتی ہے اور جوانوں کے ذہنوں میں تخلیقی قوت بخشتی ہے، جوانوں کے ذہنوں میں جدت اور پہل کا جذبہ بیدار کرتی ہے اور انہیں تجدید اور کمال کے حصول کے لیے تیار کرتی ہے۔

انسان کا ادراک، علمی اور فکری صلاحیتیں جوانی میں کام کرنا شروع کر دیتی ہے اور اس کی ذہنی صلاحیتیں آہستہ آہستہ مکمل ہو جاتی ہیں۔ جوان اپنی جوانی سے پہلے مرحلہ میں استنباطی اور انتزاعی چیزوں کو سمجھنے کے قابل نہیں تھے اور صرف ان چیزوں کو یاد کرتے اور بیان کرتے تھے جو انہیں بتایا گیا ہو یا یاد کروایا گیا ہو۔ اس دور میں وہ ان چیزوں کو سمجھنے اور مسائل کا تجزیہ کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ دینی مسائل اور خدا کے حلال و حرام کی تعلیم دینے کے لئے یہ زمانہ نہایت ہی بہترین اور موزوں زمانہ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

(قَالَ: يَثَّغِرُ اَلْغُلاَمُ لِ سَبْعِ سِنِينَ وَ يُؤْمَرُ بِالـ صَّلاَةِ لِتِ سْعٍ وَ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمْ فِي اَلْمَ ضَاجِعِ لِعَ شْرٍ وَ يَحْتَلِمُ لِأَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً وَ مُنْتَهَى طُولِهِ لاِثْنَتَيْنِ وَ عِشْرِينَ سَنَةً وَ مُنْتَهَى عَقْلِهِ لِثَمَانٍ وَ عِشْرِينَ سَنَةً إِلاَّ اَلتَّجَارِبَ)

بچے کے دودھ کے دانت سات سال کی عمر میں گر جاتے ہیں اور نو سال کی عمر میں اسے نماز کا حکم دینا چاہیے ۔ دس سال کی عمر میں ان کا بستر الگ کر دینا چاہیے اور ۲۱ سال کی عمر میں اس کا قد اپنے عروج پر پہنچ جاتا ہے، اور ۲۸ سال کی عمر میں، وہ اعلیٰ ترین فکری رشد کو پہنچ جاتا ہے، سوائے تجربات (اور فنون) کے جو اس کے بعد بھی اسے حاصل ہو جاتا ہے۔

بعض محققین کے مطابق یہ اوقات عقلی پختگی کے عمل کی طرف اشارہ کرتے ہیں، نہ رشد عقل کے وقت کو معین کرتا ہے۔ معصومین علیہم السلام کی طرف سے جوانوں سے مشورہ لینے اور انہیں ذمہ داریاں سونپنے اور علم سیکھنے کا ذمہ دار ٹھہرانے کی سفارش اس مراحل میں عقلی رشد اور نشو و نما کی اہمیت کی نشاندہی کرتی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام جوانوں کی بصیرت اور ذہنی رفتار کو بوڑھوں سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ جوانی کا دور بلوغت کے آغاز سے چالیس سال کی عمر تک کو شامل ہے۔ آپ جوانوں سے مشورت کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

(إذَا احتَجتَ إلَى المَشورَةِ في أمرٍ قَد طَرَأَ عَلَيكَ فَاستَبدِهِ بِبِدايَةِ الشُّبّانِ ؛ فَإِنَّهُم أحَدُّ أذهانا ، وأسرَعُ حَدسا ، ثُمَّ رُدَّهُ بَعدَ ذلِكَ إلى رَأيِ الكُهولِ وَالشُّيوخِ لِيَستَعقِبوهُ ويُحسِنُوا الاِختِيارَ لَهُ ؛ فَإِنَّ تَجرِبَتَهُم أكثَرُ)

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں -: جب بھی تمھیں نصیحت کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے نوجوانوں سے مشورہ کرو۔ کیونکہ فہم و فراست کے اعتبار سے وہ بہت تیز ہوتے ہیں۔ اس کے بعد اسے بزرگ اور بوڑھے افراد کے سامنے پیش کرو تاکہ وہ ان کی جانچ پڑتال کریں اور ان میں سے بہترین کا انتخاب کریں کیونکہ ان کا تجربہ جوانوں سے زیادہ ہے۔

٦۔ جوان اور کم علمی

نوجوان کی فکری اور علمی پختگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے پاس اب اعلی قسم کا علم موجود ہو، بلکہ جوانی کے دور میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مزید علم حاصل کرنے کا امکان زیادہ موجود ہے جیسا کہ جوانوں کا منحرف گروہوں سے متاثر ہونا اس بات کا ثبوت ہے۔ جوانوں کی اعلیٰ ذہنی صلاحیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر انہیں ضروری بنیادی معلومات فراہم کی جائیں تو وہ اسے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ بات اہم ہے کہ ان معلومات کو صحیح طریقے سے اور اس کی ذہنی اور روحی خصوصیات کے مطابق پیش کرنا چاہیے۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: (جَهْلُ اَلشَّبَابِ مَعْذُورٌ وَ عِلْمُهُ مَحْقُورٌ)

نوجوانوں کی جہالت بھی قابل معافی ہے اور ان کا علم بھی کم ہے۔

٧۔ حساسیت اور جلد ناراضگی

جوانی کا دور، خاص طور پر جوانی کی ابتدائی مراحل احساساتی طور پر نہایت ہی حساس اور نازک ہوتا ہے کہ تھوڑی سی مخالفت، ملامت اور سرزنش کو برداشت نہیں کرتا۔ اس نقطہ نظر سے انسان کو اس کے ساتھ بات کرنے اور برتاؤ میں زیادہ محتاط رہنے اور اس کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ نوجوانوں کی حساسیت اور چڑچڑا پن، خاص طور پر جوانی کے ابتدائی سالوں میں زیادہ دیکھنے کو ملتا ہے، جو بتدریج خواہشات اور روحانی طور پر متوازن ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں کمی آجاتی ہے۔ اس مرحلے میں یقیناً تمام جوان ایک ہی سطح کا نہیں ہے لہذا حساسیت اور جلد ناراض ہونے کی یہ صفت عارضی ہے۔

امام علی علیہ السلام ایک حدیث میں فرماتے ہیں: (إذا عاتَبتَ الحَدَثَ فَاترُك لَهُ مَوضِـعا مِن ذَنبِهِ لِئَلاّ يَحمِلَهُ الإخراجُ عَلَى المُكابَرَةِ)

جب بھی تم کسی نوجوان کی سرزنش کریں تو اس کے لیے اپنے گناہ کی توجیہ پیش کرنے کا راستہ چھوڑ دو تاکہ ہٹ دھرمی اور دشمنی کا باعث نہ بنے۔

٨۔ خوبصورت طلبی اور خوبصورتی کی تلاش

حسن اور خوبصورتی کی خواہش جوان کی فطری خصوصیات میں سے ہے۔ وہ اپنی پاک روح کی وجہ سے شاداب اور خوش رہتا ہے۔ رہبر معظم کے بقول: جہاں بھی جوان ہیں وہاں تازگی، طراوت، شادابی اور نیکی ہے۔ جب میں جوانوں کے ساتھ اور جوانوں کے ماحول میں ہوتا ہوں تو مجھے اس شخص کی طرح محسوس ہوتا ہے جو صبح کی ہوا میں سانس لے رہا ہو، میں تازگی اور شادابی محسوس کرتا ہوں۔

جوان خوبصورتی کا عاشق ہے۔ وہ خود کو خوبصورت بنانا چاہتا ہے اور اسے خوبصورتی پسند ہے۔ جنسی بلوغ اور جوانی کے اس مرحلے میں انسان کی خوبصورتی کی خواہش اپنے عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح سے کہ بعض اوقات اسے جوانوں کے انحراف کے عوامل میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ اس احساسات اور خواہشات پر پوری طرح توجہ دینا اور اس کی صحیح سمت میں رہنمائی کرنے کے بارے میں دینی رہنماوں اور پیشواؤں کی بہت زیادہ تاکید موجود ہیں۔ معصومین علیہم السلام سے روایت ہے: (و روی ان الحلق الراس مثلة بالشباب و وقار بالشیخ)

جوان کے لیے سر منڈوانا اذیت کا باعث بنتا ہے جبکہ بوڑھے افراد کے لیے یہ وقار اور عزت کا باعث ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: (انّ أحبّ الخلائق الی اللّه تعالی شابٌّ حدث السّنّ فی صورةٍ حسنةٍ جعل شبابه و ماله فی طاعة اللّه تعالی ذاک الّذی یباهی اللّه تعالی به ملائکته فیقول عبدی حقّاً)

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز وہ کم عمر اور خوبصورت جوان ہے جو اپنی جوانی اور خوبصورتی کو خداوند متعال کی اطاعت اور بندگی میں صرف کرتا ہے۔ خداوند متعال اپنے برتر فرشتوں کے سامنے اس جوان پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے۔

دینی راہنما قدرتی حسن پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ بیرونی خوبصورتی کی بھی سفارش کرتے ہیں۔ امام حسن مجتبی علیہ السلام نے نماز کے وقت اپنے آپ کو سنوارنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: (إنّ اللّه جَمیلٌ یُحِبُّ الجَمال)؛ خدا خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے قنبر کے لیے لباس کا انتخاب کرتے وقت اس کے لیے ایک خوبصورت اور پر تعیش لباس کا انتخاب کیا اور خوبصورتی کی طرف جوانوں کے فطری میل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (أنتَ شابٌّ ولکَ شرة الشّباب)؛ تم جوان ہو اور تمہارے لیے جوانی کی خوشی اور اس کی رغبت ہے۔

جوان کی حس زیبائی اسے معنوی اور اخلاقی خوبصورتیوں کی جستجو اور تلاش کے پیچھے لے جا سکتی ہے۔ جوانوں کو حضرت علی علیہ السلام کے اس فرمان کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ: (میزة الرجل عقله و جماله مقرره)؛ مرد کی فضیلت اس کی عقل، اس کے حسن، اس کی مردانگی اور اس کے اخلاقی اوصاف میں ہے۔

۹۔ آزادی اور استقلال کی خواہش

بچپن اور نوجوانی کے بر عکس، جوانی کا دور خاندان پر انحصار سے علیحدگی اور اپنی صلاحیتوں اور ذاتی طاقت اور خود مختاری پر بھروسہ اور اعتماد کرنے کا دور ہے۔ جوان آہستہ آہستہ اور شعوری طور پر اپنے لیے ایک نئی دنیا کا نقشہ کھینچتا ہے جس میں مرکزی کردار اس کا اپنا ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو خاندان سے الگ سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو رائے اور عمل کی طاقت کا حقدار سمجھتا ہے۔ وہ اب اس چیز کو قبول نہیں کرتا کہ دوسرا کوئی اسے حکم دے اور سرزنش کریں۔ وہ چاہتا ہے کہ دوسرے افراد اسے ایک ایسی فرد کے طور پر دیکھیں جو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے اور اپنے معاملات کو خود سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۱۰۔ جوانوں کا مختلف سرگرمیوں میں شرکت

جوان مختلف سماجی سرگرمیوں میں پیش پیش ہوتا ہے، درحقیقت جوانوں کی مختلف سرگرمیوں میں شرکت بھی ان کی آزادی اور استقلال کی رجحان کے مطابق ہے۔ اسلامی متون کے مطابق، جوانی کا دور وزارت کا دور ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ وزیر کی اپنے کام میں آزادی مطلق اور کامل نہیں ہے، بلکہ وزیر ریاست کے سربراہ کے ماتحت ہے۔ اگرچہ وزیر اپنے کام کے میدان میں آزاد اور خود مختار ہے، لیکن اسے حکومت کے انتظامی قواعد و ضوابط کے تحت کام کرنا پڑتا ہے۔

۱۱۔ نرم دلی اور لچک

جوان جس نے ابھی تک اپنی زندگی کے کئی سال نہیں گزارے ہیں یقینا بہت ہی کم تعلقات اور وابستگی رکھتا ہے۔ اگر یہ تعلقات اپنی معمول کی حالت سے آگے بڑھ کر مضبوط خصلت اور خصوصیت میں تبدیل ہو جائیں تو اس کے نتیجے میں وہ اپنے موقف پر استقامت اور بے جا اصرار کرتا ہے۔ انسان کی وابستگی اور انحصار جتنا کم ہو اتنا ہی وہ جلد حقیقت کو تسلیم اور اقرار کرتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جوانوں میں بڑوں کی نسبت زیادہ پشیمانی، ندامت اور معاف کرنے، دشمنی اور کینہ توزی نہ کرنے کی صفت زیادہ موجود ہے۔

نوجوانوں کی نرم دلی اور انعطاف پذیری ایک ایسا موضوع ہے جسے قرآن کریم کی آیات سے بھی استنباط کیا جا سکتا ہے ۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

(بإسناده إلى إسماعيل بن الفضل الهاشميّ قال: قلت لجعفر بن محمّد عليه السّلام: أخبرني عن يعقوب عليه السّلام لمّا قال له بنوه يٰا أَبٰانَا اِسْتَغْفِرْ لَنٰا ذُنُوبَنٰا إِنّٰا كُنّٰا خٰاطِئِينَ، `قٰالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي. فأخّر الاستغفار لهم، و يوسف عليه السّلام لمّا قالوا له قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ .قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُاللَّهُ لَكُمْ وَهُوَأَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ.قال:لأنّ قلب الشّابّ أرقّ من قلب الشّيخ،و كان جناية ولد يعقوب على يوسف و جنايتهم على يعقوب إنّما كانت بجنايتهم على يوسف، فبادر يوسف إلى العفو عن حقّه، و أخّر يعقوب العفو لأنّ عفوه إنّما كان عن حقّ غيره، فأخّرهم إلى السّحر ليلة الجمعة)

اسماعیل بن فضل ہاشمی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بچوں کے لیے استغفار میں تاخیر کیوں کی درحالیکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فوراًاپنے گناہگار بھائیوں کو معاف کر دیا اور ان کی مغفرت کے لئے دعا کی۔

آپ نے فرمایا: پہلی بات یہ ہے کہ جوان بوڑھے کی نسبت زیادہ نرم دل ہوتا ہے۔اس وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کی معذرت کرنے سے جلدی متاثر ہوئے اور انہیں فوراً معاف کر دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بچوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم کیا تھا۔حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے حق کو معاف کیا جبکہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حق خداوندی کو معاف کروانا تھا۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے استغفار کو اس لئے ملتوی کر دیا تاکہ روز جمعہ سحر کے وقت میں ان کے لئے استغفار کر سکے۔

۱۲۔ جوان کی آرزویں اور لمبی امیدیں

تخیلات اور خواہشات بذات خود جوانوں کے لیے ایک قسم کی رضایت ارمغان لاتا ہے ، اور (وصــف العینش ناف العیش) کے مطابق خیالات ، توہمات اور تخیلات کی دنیامیں پرواز کرنے سے کسی نہ کسی قسم کی روحانی لذتیں حاصل ہوتی ہیں، خواہ عارضی ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ خواب ہیں جو نوجوانوں کو آرمان گرا اور آئیڈیلسٹ بناتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: (لأملُ رَحمةٌ لِامّتي ، و لَوْ لا الأملُ ما أرْضَـعَتْ والِدَةٌ وَلَدَها، و لا غَرَسَ غارِسٌ شَجَرا)

آرزو اورامید میری امت کے لیے ایک رحمت ہے۔اگر امید نہ ہوتے تو کوئی ماں اپنے بچے کو دودھ نہ پلاتی اور نہ کوئی باغبان درخت لگاتا۔

لیکن جو چیز نقصان اور خطرے کا باعث بنتی ہے اور جوان کو زوال کے دہانے پر لا کھڑی کرتی ہے، وہ بہت ہی غیر معقول اور غیر حقیقی آرزویں اورامیدیں ہیں۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: (ما أطالَ عَبْدٌ الأملَ إلاّ أساءَ العَمَلَ)

کسی نے اپنی آرزو کو طولانی نہیں کیا مگر یہ کہ اس کا عمل کو ضائع ہوا ہے۔

امام علی علیہ السلام ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے: (أَيّها النّاسُ! وَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخافُ عَلَيْكُمُ اثْنانِ: اتِّبَاعُ الْهَوَى وَ طُولُ الأمَلِ. فَأمّا اتِّباعُ الْهَوى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَ أَمَّا طُولُ الأَمَلِ فَيُنْسِي الآخِرَةَ)

اے لوگو مجھے تمارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے۔ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرا امیدوں کا پھیلاو۔خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاو آخرت کو بھلا دیتی ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کتنا برا ہے وہ جوان جس کے طولانی خواب و خیال اور لمبی امیدیں ہو۔

نتیجہ

جوان اور جوانی کے بارے میں دین اسلام کا نظریہ حق اور حقیقت پر مبنی ہے۔اسلام جوانوں کے کچھ ایسی خصوصیات کو جنہیں ہم منفی سمجھتے ہیں، جوانی کے دور کے لیے مناسب اور ضروری سمجھتا ہے لیکن ان خصوصیات کی یقیناً رہنمائی اور تربیت کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ خصوصیات مقطعی اور عرضی ہیں اور ایسا ہرگز نہیں ہیں کہ یہ خصوصیات زندگی کے اختتام تک ہمیشہ جوانوں کے ساتھ رہیں۔

جوانی اگرچہ ایک نامعلوم فضیلت ہے لیکن غنیمت یہ ہے کہ انسان اس قیمتی چیز کی قدر و قیمت کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اس سے کماحقہ فائدہ اٹھائے۔ دینی متون میں اس مجھول فضیلت کو ایک خزانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔جوان کی آرزو یہ ہونا چاہیے کہ وہ اس خزانہ کی قدر و قیمت کو سمجھے اور اس خزانے سے فائدہ اٹھائے۔جوانوں کو ذمہ داری دے کر اور ان کی حق میں دعا کرنے سے کے وہ اس قیمتی خزانے کو زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جوانی کے دور کی خصوصیات ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور ایک دوسرے کی تشکیل اور تکمیل کی بنیاد بنتی ہیں۔

منابع :

قرآن کریم

نہج البلاغہ

۱. ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۳۸۷۔

۲. ابن ادریس حلی، محمد، مستطرفات السرائر، قم، جامعہ مدرسین، ۱۴۱۱ق۔

۳. اعلام الدین، حسن دیلمی، قم مؤسسہ آل البیت،

۴. آمدی، غرر الحکم، دار الکتاب، قم، بی تا۔

۵. بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۳ق۔

۶. بستانی، محمود، اسلام و روان شناسی، ترجمہ محمود ہویشم، مشہد، انتشارات آستان قدس رضوی، ۱۳۷۲۔

۷. بیانات مقام معظم رہبری حضرت آیۃ اللہ خامنہ ای، دیدار با جوانان، کیہان، ۱۰/۸/۱۳۷۹

۸. جوان از نظر عقل و احساسات، محمد تقی فلسفی، تہران، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، ۱۳۷۸۔

۹. چہل حدیث، امام خمینی رح، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی رح، ۱۳۷۴۔

۱۰. حاجی دہ آبادی، حسینی زادہ، بررسی مسائل تربیتی جوانان در روایت، ص ۳۲۔

۱۱. حاکم نیشاپوری، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ق۔

۱۲. حرّ عاملی، محمد بن حسن، تفصیل وسائل الشیعۃ إلی تحصیل مسائل الشریعۃ، قم، مؤسسۃ آل البیت: ، چاپ اول، ۱۴۰۹ھ .ق.

۱۳. دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ دہخدا، تہران، دانشگاہ تہران، چاپ دوم، ۱۳۷۷.

۱۴. رضائی اصفہانی، محمد علی، تفسیر موضوعی میان رشتہ ای قرآن و علوم، تہران، نشر تلاوت، ۱۳۹۴

۱۵. شرح غرر الحکم و درر الکلم، جمال الدین محمد خوانساری، دانشگاہ تہران، ۱۳۶۰۔

۱۶. شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، دار احیاء التراث العربی، ۱۳۸۵ق۔

۱۷. شہید مرتضی مطہری، تعلیم و تربیت، تہران صدرا، ۱۳۸۳

۱۸. صدوق، من لا یحضر الفقیہ، قم، جامعہ مدرسین، حوزہ علمیہ، ۱۴۰۵ق

۱۹. صدوق، ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین، علل الشرائع، بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، ۱۳۸۵ق۔

۲۰. طباطبائی، محمد حسین، المیزان، ترجمہ: محمد باقر موسوی ہمدانی، قم، انتشارات اسلامی، ۱۳۷۴.

۲۱. طوسی، ابی جعفر محمد بن حسن، امالی، قم، دار الثقافہ، ۱۴۱۴ق۔

۲۲. فیروز اللغات اردو جامع لاہور (فیروز سنز پرائیوٹ لمیٹڈ) ۳۵۴۔
۲۳. قمی، عباس، سفینہ البحار، تہران، فراہانی، بی تا۔
۲۴. کلینی، محمد بن یعقوب بن اسحاق، الکافی، تہران، دار الکتب الاِسلامیۃ، چاپ چہارم، ۱۴۰۷ھ.ق.
۲۵. متقی ہندی، علی بن حسام الدین، کنزالعمال، بیروت، موسسہ الرسالۃ، ۱۴۰۹ق۔
۲۶. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، بی تا.
۲۷. محب، رضا۔ تربیت، سہ ماہی سماجی، دینی، تحقیقی مجلّہ نور معرفت، جلد ۱۰ شمارہ ۴۵ (۲۰۱۹ عیسوی)، ۲۸
۲۸. محمدی ری شہری، حکمت نامہ جوان، قم، دار الحدیث، ۱۳۸۴۔
۲۹. محمود منصور، روان شناسی ژنتیک تحول روانی از تولد تا پیری، ص ۲۰۴.
۳۰. معاونت مطالعات و تحقیقات سازمان ملی جوانان، جوانان در نظام بین الملل، تہران، سازمان ملی جوانان، ۱۳۸۷.
۳۱. معین، محمد، فرہنگ فارسی، جلد ۱، (تہران، انتشارات کبیر، ۱۳۶۰، شمسی) ۱۰۶۳۔
۳۲. منصور، محمود، روان شناسی ژنتیک، تحول روانی از تولد تا پیری، تہران، رشد، ۱۳۷۴.
۳۳. نعمانی، محمد بن ابراہیم، الغیبہ، تہران، مکتبہ الصدوق، بی تا۔
۳۴. ورام، الزاہد ابوالحسین، تنبیہ الخواطر و نزہۃ النواظر، تہران، دار الکتب العلمیہ، ۱۳۶۸۔